© rasailojaraid.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

چند روز ہوئے مجھے میرے رفقا ایک ایسی محفل میں گھسیٹ کر لے گئے جس میں چند جدید نوجوانوں کے علاوہ ادھیڑ عمر کے ایک دو غیر ملکی بھی شامل تھے۔ ان سب حضرات کے افکار و نظریات میں گو پوری ہم آہنگی نہ تھی مگر ان میں ایک قدر مشترک ضرور نظر آئی اور وہ تھی فلسفہ سے دلچسپی۔ ان سب کے سوچنے کے انداز اور غور کرنے کے طریقے بالکل فلسفیانہ تھے۔

یہ سب حضرات چونکہ جدید طبقہ سے تعلق رکھنے والے تھے اس لیے مجھے اس امر کا یقین تھا کہ جب بھی مذہب پر بحث شروع ہو گی تو یہ حضرات اسلام کے بارے میں وہی چلتے ہوئے فقرے کہیں گے جو اس گروہ کا ایک شیوہ سا بن گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، پردہ تو دورِ جاہلیت کی یادگار ہے، سود کے بغیر وسیع پیمانہ پر کاروبار کس طرح ہو سکتا ہے؟ قیامت، حشر و نشر سب اعتباری باتیں ہیں جو جاہل لوگوں کو سرگرم عمل کرنے کے لیے کہی گئی تھیں، ضبطِ تولید وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اس دور میں تعددِ ازدواج کا ذکر کرنا تہذیب و شائستگی کا منہ چڑانا ہے۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی اور حج کے لیے بیت اللہ جانا سب قومی دولت کا زیاں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ ان حضرات نے اس قسم کی کوئی بھی بات نہیں کی بلکہ اسلام کے متعلق بالکل دوسری نوعیت کے سوالات اٹھائے۔ ان سوالات میں گو فلسفے کا رنگ غالب تھا لیکن ان میں بھی نہ تو دماغی تعیش کی ہی کوئی جھلک نظر آئی اور نہ ہی ذہنی بازیگری کا کوئی شائبہ تک محسوس ہوا۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ مَیں نے عرض کیا اُسے انہوں نے لازمی طور پر قبول ہی کر لیا ہو گا لیکن مجھے ان حضرات کی ایک چیز نے ضرور متاثر کیا اور وہ اُن کی سنجیدگی تھی۔ انہوں نے اپنے سوالات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑے وقار اور متانت کے ساتھ پیش کیے اور پھر گزارشات کو بھی بڑے تحمل اور سکون کے ساتھ سُنا۔ دورانِ گفتگو میں بھی انہوں نے کوئی ایک فقرہ تک بھی ایسا نہ کہا جس میں طنز و تعریض کی چُبھن محسوس ہوتی ہو۔

ذہن میں اس وقت وہ سارے الفاظ محفوظ نہیں جن میں ان حضرات نے اسلام کے متعلق اپنے شکوک و شبہات پیش کیے لیکن ان سب کا خلاصہ یہ تھا: اسلام کی پوری تاریخ لڑنے مرنے کی تاریخ ہے۔ جنگجو انسانوں کا ایک ٹولا تھا جو عرب کے ریگستانوں سے اُٹھا اور اُس نے اپنی شجاعت اور بہادری کے زور سے آن کی آن میں سلطنتوں اور مملکتوں کو سرنگوں کر دیا۔ اسلام نے دنیا کو کوئی نئی قدر نہیں دی۔ اس نے نہ تو کسی نئی تہذیب کی بنیاد رکھی ہے اور نہ ہی کسی نئے تمدن کے خطوط متعین کیے ہیں۔ اس دین کے ماننے والوں میں روحانیت کی وہ غیر معمولی کشش نظر نہیں آتی جو بعض دوسرے مذاہب کے پیروؤں میں دکھائی دیتی ہے۔ قریب قریب یہی وہ شبہات تھے جو تھوڑے بہت لفظی تغیر کے ساتھ مختلف حضرات کی طرف سے پیش کیے گئے۔ ان صفحات میں ہم آج انہی کے متعلق چند بنیادی باتیں عرض کریں گے۔

مسلمانوں کے متعلق یہ کہنا کہ انھوں نے لڑنے مرنے کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسرا کام ہی نہیں کیا ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جسے مغربی "شیشہ گر" بعض ناپاک مصالح کی غرض سے صدیوں سے پھیلا رہے ہیں۔ چونکہ ہر لڑائی عام طور پر فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے تصورات ابھارتی ہے اس لیے بڑی عیاری کے ساتھ مغربی مفکرین اور ادبا ان لڑائیوں کا ذکر کر کے اہلِ دنیا کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ قوم جسے ملتِ اسلامیہ کہا جاتا ہے ایک بڑی سفاک اور ظالم قوم تھی جس کے پیشِ نظر دنیا کی ساری اچھی قدروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ یہ اتنی بڑی زیادتی ہے کہ پوری تاریخ میں اس کی دوسری نظیر نہیں مل سکتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان دوسری قوموں کے خلاف صف آرا ہوئے اور یہ کام انہوں نے ایک مقدس دینی فریضے کے طور پر ادا کیا۔ لیکن اس ضمن میں یہ ذہن نشین رہے کہ یہ ساری جنگیں ایسی نہ تھیں جنہیں سراسر اسلام کی تائید حاصل رہی ہو۔ مسلمانوں نے اگر کوئی جنگ محض کشورکشائی یا اپنی جرأت و مردانگی دکھانے کے لیے کی ہو تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسلام نے جس جنگ کو جہاد کہا ہے اور جس کے لیے اُس نے مومنین کو جنت کی بشارت دی ہے وہ صرف وہی جنگ ہے جس کے پیچھے رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ کارفرما ہو اور جو صرف اسلام کی انفرادی حیات کی حفاظت اور پاسبانی یا اُن کی ترویج و اشاعت کے لیے لڑی جائے۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی تصریح مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمائی ہے:

وعن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال سُئِل رسولَ اللہ علیہ وسلم عن الرجل یقاتل شجاعۃ ویقاتل حمیۃً ویقاتل ریاءً ای ذالک فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ متفق علیہ	حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو بہادری کے لیے یا حمیت کے لیے یا دکھاوے کے لیے جہاد کرے اس میں اللہ کے راستے میں کون سا ہے آپ نے فرمایا اللہ کا بول بالا کرنا ہی صرف اللہ کے راستے میں شمار ہو گا۔

آپ صرف اس فرمانِ رسولؐ کو ملاحظہ کیجیے اور دیکھیے کہ کتنا عظیم فرق ہے اُس جہاد میں جس کی تعلیم خدا کا رسول دیتا ہے اور اس جنگ و جدال میں جو مغرب و مشرق کی بے شمار قوموں نے اپنی ذاتی اغراض کے لیے روا رکھا ہے۔ اس بنا پر مسلمانوں کی ہر ایک لڑائی کو اسلام کے سر تھوپ دینا نہ صرف دینِ حق کے ساتھ سخت ناانصافی ہے بلکہ یہ طرزِ فکر علمی دیانت سے بھی بہت فروتر ہے۔ ہر قوم کے عہدِ زوال میں اُس کے آئیڈیل اور عمل کے درمیان اختلاف کی جو وسیع خلیج حائل ہو جاتی ہے اُس کو نظرانداز کرتے ہوئے اُس قوم کے اساسی تصورات پر حکم لگانا قطعاً صحیح نہیں ہو سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن ہمارے ناقدین بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس حقیقت سے صرف نظر کرتے ہوئے مسلمانوں کے تمام بُرے اعمال کو اسلام کے کھاتہ میں ڈال دیتے ہیں۔ مسلمان بلاشبہ اسلام کی محبت کا دم بھرنے والے ہیں لیکن ان دونوں میں بہر حال ایک فرق ہے جو ہمیں ہر قدم پر ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ جہاد کے بارے میں اسلام کی محولہ بالا تعلیم کو دیکھیے اور پھر ان "فرمودات" پر ایک نگاہ ڈالیے جو مغربی قوموں کے بیشتر مفکرین نے اس سلسلہ میں پیش کیے ہیں تو آپ کو اسلام کا امتیاز خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ دنیا کی کونسی ایسی جنگ ہے جس میں اتنی بے غرضی اور اتنی بے نفسی کی تلقین کی گئی ہو جتنی تلقین کہ اسلام کرتا ہے۔ پھر اسلام نے محض تلقین پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ خدا کے ایسے بے لوث سپاہی بھی پیدا کیے جنہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ محض اللہ کی رضا کے لیے شمشیر بکف ہیں۔ تاریخ ان مجاہدین کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ اسلام نے جو نہایت اونچی ہستیاں پیدا کی ہیں اُن کے ایثار اور بے نفسی کا میں اس وقت تذکرہ نہیں کرتا بلکہ میں عام مسلمانوں کے احساسات کے صرف دو واقعات بیان کرتا ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ کس غرض سے دنیا میں لڑنے کے لیے نکلتے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی شرکت کے لیے منادی کرائی تو حضرت واثلہ بن اسقعؓ تمام مدینہ میں پکارتے پھرے کہ کون اس شخص کو سواری دیتا ہے جو اپنی غنیمت کا حصہ اس کے صلے میں دینے کے لیے تیار ہے؟ ایک بڈھے انصاری نے جواب دیا کہ "میں دیتا ہوں"۔ وہ راضی ہو گئے اور اُن کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو ان کے حصہ میں چند نوجوان اونٹنیاں آئیں اور انہوں نے اونٹنیاں لا کر انصاری بزرگ کے سامنے کھڑی کر دیں۔ وہ بولے۔ ذرا ادھر اُدھر پھرا کے دکھاؤ۔ انہوں نے کہا شرط کے مطابق تو یہ آپ ہی کی ہیں۔ بولے اپنی اونٹنیاں لے جاؤ، ہمارا مقصود تمہارا یہ حصہ لینا نہ تھا بلکہ کچھ اور ہی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بدو ایمان لایا اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن آپؐ نے اس کو بعض صحابہ کے سپرد کر دیا جن کے اونٹ وہ چرایا کرتا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن جب ایک غزوہ میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور آپؐ نے اس کا بھی حصّہ لگایا تو اُس نے کہا: "میں اس لیے ایمان نہیں لایا۔ میں اس لیے حلقۂ اسلام میں داخل ہُوا ہوں کہ میرے حلقوم میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہوں۔" تھوڑی دیر بعد معرکہ کارزار گرم ہُوا تو ٹھیک حلق پر تیر کھا کر شہید ہُوا۔ اصحابِ کرام لاش کو آپؐ کے سامنے لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے خدا کی تصدیق کی اور خدا نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ یہ کہکر آپؐ نے خود اپنا جبّہ کفن کے لیے عنایت فرمایا۔

ان پاکیزہ احساسات کو دیکھیے اور پھر ذرا ان کا مقابلہ اُن وحشیانہ اور انسانیت کُش جذبات سے کیجیے جن کے تحت جاہلیت افراد یا اقوام کو لڑنے مرنے پر اُبھارتی ہے۔ حرف بھی نہیں بلکہ یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ جنگ کے وہ سارے بین الاقوامی قوانین جن کی تہ میں احترامِ آدمیت کا جذبہ کارفرما ہے وہ سب انہیں لوگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے جنہیں یہ مغربی حضرات "جنگجو" اور تہذیب و تمدن سے عاری سمجھتے ہیں۔

اسلام کے بارے میں یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس نے دنیا کو کوئی نئی قدر نہیں دی، یہ بھی ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اسلام مجموعہ ہے اُن ساری سچائیوں کا جن سے خالقِ کائنات انسان کو آشنا کرنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے اس میں دنیا کے ہر مذہب کے مفید اور صالح عناصر کسی نہ کسی شکل میں شامل ہیں اور عیسائیت کی تو بہت سی چیزیں اس میں موجود ہیں۔ یہ چیز جسے اہلِ مغرب اس کے کمزور اور ناقص ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں درحقیقت اس کی حقانیت اور سچائی کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ مغربی ذہن جو اس کی قدر و قیمت پہچاننے سے قاصر رہا ہے تو اس کی کچھ دوسری وجوہ ہیں۔ ایک بڑی وجہ تو وہ تعصب ہے جو صلیبی جنگوں کی وجہ سے صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اس کے بعض نفسیاتی وجوہ بھی ہیں۔ مغرب جس مذہب سے آشنا ہے وہ چند خوارقِ عادات چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ خارجی دنیا میں چونکہ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گردوپیش سائنس کی ایجادات واکتشافات کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے اس لیے "نئے پن" کی تلاش وجستجو اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ اس بنا پر اس کے نزدیک وہی مذہب سچا ہے جو اس کی عجائب پسند طبیعت کے لیے تسکین کا سامان فراہم کر سکے اور اسلام میں چونکہ یہ چیز نہیں پائی جاتی اس لیے وہ اس کی صحیح قدر وقیمت بھی جاننے سے قاصر ہے۔ مغرب میں اگر کوئی شخص مذہبی ہونے کا دعویدار ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کو خیرباد کہکر ویرانوں میں چلا جائے۔ اور اگر وہ دنیادار ہے تو پھر اس کا فرض ہے کہ وہ مادّی دنیا میں کچھ اس قسم کے محیّر العقول کارنامے انجام دے جن سے لوگ اس کی طرف فوراً متوجہ ہو جائیں۔ بڑی بڑی عمارتیں بنائے۔ تباہی وبربادی کے نئے نئے طریقے دریافت کرے۔ ہوا میں اڑنے اور سمندر میں تیرنے کے لئے نئے ریکارڈ قائم کرے۔ الغرض زندگی کے ہر معاملہ میں خواہ وہ روحانی ہو یا دنیاوی، جب تک کہ وہ کوئی غیر معمولی کام نہیں کرتا وہ کسی توجہ کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔ جس قوم کی ذہنی ساخت کا یہ عالم ہو وہ اُس دین کے احسانات کیونکر جان سکتی ہے جس نے انسانیت کو عجائبات کے گورکھ دھندوں سے نکال کر حقائق کی روشنی میں آباد کیا ہے۔ جس نے انسانوں کو یہ سبق دیا ہے کہ خدا کسی ویرانہ میں انسانی رشتوں کو منقطع کر کے نہیں ملتا بلکہ اُس کی محبت زندگی کے عین منجدھار میں رہ کر، معاشرتی ذمہ داریوں کے بوجھ سے لد کر، حاصل ہوتی ہے۔

اسلام اور غیر اسلام کے درمیان اس بات میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُسے آپ معمولی نہ سمجھیے بلکہ وہ سب سے بڑا حجاب ہے جو دینِ حق کے قبول کرنے میں ہمیشہ سے مانع رہا ہے۔ ایک ہیجان انگیز طبیعت یہ باور نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر بھی فائز ہو اور پھر وہ ایک عام آدمی کی سی زندگی بسر کر رہا ہو۔ کفارِ مکہ کے لیے بھی یہی چیز پریشان کن تھی اور اسی وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے آپ کو تیار نہ پاتے۔ قرآن نے ان لوگوں کے اعتراضات کو مندرجۂ ذیل الفاظ میں قلمبند فرمایا ہے:

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ط لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهُ نَذِيْرًا۔ أَوْ يُلْقٰى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا۔

(الفرقان-۱)

اور یہ لوگ (رسول اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے کہ (ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ایسا فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کے ساتھ رہ کر (لوگوں کو) ڈراتا، یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آجاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ (پھل) کھایا کرتا۔

یہی چیز آج بھی قبولِ حق کی راہ میں حائل ہے۔ غیر مسلم جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس قوم کے سب سے بڑے آدمی وہ تھے جنہوں نے شادیاں کیں، کاروبار کیے۔ دشمنوں کے خلاف شمشیر اٹھائی اور ایک عام انسان کی سی زندگی نہ صرف خود بسر کی بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمائی تو ان پر یہ چیز گراں گزرتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو سراسر مادیت ہے۔

بالکل اسی قسم کی الجھن مادیت پرستوں کو بھی پیش آتی ہے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ یہ قوم جس دور کو اپنا سنہری زمانہ تصور کرتی ہے اُس میں نہ تو بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی گئیں، نہ ہی رقص و سرود کی محفلیں سجائی گئیں، نہ ہی آرٹ کو ترقی نصیب ہوئی اور نہ ہی دنیاوی فوائد و لذائذ کے جمع کرنے کا کوئی اہتمام کیا گیا۔ اور جس دور میں یہ سارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انتظامات ہوئے اسے یہ ملت کوئی اہمیت نہیں دیتی بلکہ اسے اپنی تاریخ کا تاریک دور خیال کرتی ہے۔ مغرب کے لیے یہ ایک ایسا معمّہ ہے جسے وہ حل نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ طنزیہ لہجے میں یہ پکار اٹھتا ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب ایک ٹوٹے اور مٹی کے چند ٹھیلوں کے علاوہ آخر اور ہے بھی کیا اور یہی اس تمدن کے امتیازی نشانات ہیں۔

کوئی شخص اگر ان سطحی معیارات پر اسلامی تہذیب کی قدر و قیمت معلوم کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ سخت ناکام رہے گا۔ اسلام نے جس تہذیب کی بنیاد رکھی ہے اُس کی نوعیت بالکل دوسری ہے اور اس نے تمدن کے جو نقوش اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ان کی حیثیت بھی مغربی تمدن کے خطوط سے یکسر مختلف اور جداگانہ ہے۔ جس طرح اُس نے افراد کے اندر یہ شعور اور احساس بیدار کیا ہے کہ وہ اپنی مادی زندگی کو اسلام کی اقدار حیات کے تابع کر کے اُسے خالص روحانی زندگی بنالیں بالکل اسی طرح اُس نے اجتماعی طور پر بھی انسانیت کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ اینٹ اور پتھر کی عمارتیں چُننے کی بجائے شرافت اور اخلاق کے قلعے تعمیر کرے۔ اس بنا پر اس کے تہذیبی کارناموں کو کوئی انسان سنگ و خشت میں نہیں ڈھونڈ سکتا۔ بلکہ اگر ان کی عظمت کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو اسے ذرا اُن مقدس زندگیوں پر ایک نگاہ ڈالنی چاہیے جو حقیقت میں اس تہذیب کے شاہکار ہیں۔ اس تہذیب نے مصوّری اور سنگ تراشی کی بجائے "سیرت سازی" پر اپنی ساری توجہ صرف کی اور اسی کے نقوش آج بھی انسانیت کا سب سے زیادہ بیش قیمت ورثہ ہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص ان تہذیبی خزائن کو چھوڑ کر پتھروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُسے مایوسی ہوتی ہے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ ایک انسان جو فنِ جہازرانی میں ماہر ہے اُس کی استعداد کار اگر کوئی بیوقوف اکھاڑے میں دیکھنا چاہے تو یہ اُس کی اپنی حماقت ہے، اس سے اس جہازران کی قابلیت اور مہارت پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی حرف نہیں آتا۔

ہمارے نزدیک تمدن کی اصل جگہ انسان کا دل و دماغ ہے اور تہذیب سے مراد وہ اندازِ فکر ہے جو ایک خاص قسم کے سیرت و کردار پر منتج ہوتا ہے۔ اس لیے جو شخص ہمارے تہذیبی سرمائے کی قدر و قیمت معلوم کرنا چاہتا ہے اُس کا فرض ہے کہ وہ انسانیت کے اُن اعلیٰ نمونوں کی زندگیوں کا جائزہ لے جنہیں اسلام نے اپنی آغوش میں پالا ہے اور پھر ان کا موازنہ ان لوگوں سے کرے جن کے افکار و احساسات کی تہذیبِ مغرب نے صورت گری کی ہے۔ وہ چیزیں جو ہمارے دین کی عین ضد ہیں اور جن سے اسلام ہر قدم پر اظہارِ برأت کرتا ہے انہیں اسلامی تہذیب میں خواہ مخواہ شامل کر کے اُن کے بارے میں کوئی حکم لگانا ایک متعصب اور تنگ نظر انسان کا شغف تو ہو سکتا ہے لیکن یہ بات اس شخص کے علمی مرتبہ سے فروتر ہے جو دیانتاً اسلامی اقدار کی قدر و قیمت معلوم کرنے کا متمنی ہو۔

مستشرقین نے اسلامی تہذیب و ثقافت کے بارے میں جس قدر خامہ فرسائی کی ہے وہ اس دور سے متعلق ہے جو دینی اعتبار سے مسلمانوں کا عہدِ زوال تھا۔ اسلام جن منکرات کو دنیا سے مٹانے کے لیے آیا تھا اُن کا نہ صرف معاشرے میں عام چلن تھا بلکہ حکومت اُن کی پوری طرح سرپرستی بھی کر رہی تھی۔ ایسے عیاش بادشاہوں کے تذکرے مغربی مؤرخین بڑے مزے لے لے کر کرتے ہیں اور انہیں اسلامی تہذیب و تمدن کے موسسین کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا جاتا ہے تو یہ بڑے درجے کی بد دیانتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اگر یہ محض لاعلمی کا نتیجہ ہے تو پھر یہ بڑی ہی قابلِ رحم حالت ہے۔

کسی دین کی اقدار کو جانچنے کا صحیح اور فطری طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس دین کی بنیادی تعلیمات دیکھی جائیں۔ پھر اُن انسانوں کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے جنہوں نے ان تعلیمات کو عمل کے سانچے میں ڈھالا اور اس کے بعد اُن اثرات کا جائزہ لیا جائے جو انہوں نے انسانی معاشرہ پر مرتب کیے۔ اس کے علاوہ جو دوسرا طریقہ بھی اختیار کیا جائے گا اس سے صحیح نتائج کبھی بھی برآمد نہیں ہو سکتے۔

اس کے علاوہ جو لوگ کسی دین کے برحق ہونے کا واحد معیار یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نوعِ انسانی کو کچھ نئی اقدارِ حیات دے وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اقدارِ حیات کے اندر کچھ اس طرح کا نیا پن تلاش کرنا کہ اُس کی نظیر کہیں دوسری جگہ نہ ملتی ہو مشکل ہی نہیں بلکہ قریب قریب ناممکن ہے۔ اقدار سے مراد وہ رشتۂ تناسب ہے جو ایک مذہب یا دینِ زندگی کے مختلف شعبوں کے درمیان قائم کرتا ہے۔ اور یہ رشتہ ہر اس نظامِ حیات میں الگ اور جداگانہ ہوتا ہے جو اس دنیا میں ایک ہمہ گیر اور مکمل انقلاب لانے کا دعویدار ہو۔ اس اعتبار سے اسلام کی اقدار دوسرے ادیان کی اقدار سے بالکل مختلف ہیں اور ان میں کوئی چیز مشترک نہیں لیکن اسلام چونکہ جن شعبوں کو آپس میں مربوط کرتا ہے وہ دنیا ہی کے مختلف گوشے ہیں اس لیے بعض سطح بین لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اسلام یا دوسرے مذاہب میں کوئی فرق نہیں۔

ہم اس حقیقت کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ دنیا کے سارے مذاہب میں آخرت کا ایک تصور پایا جاتا ہے اور یہ تصور اسلام میں بھی ہے۔ اس لیے بعض لوگ فوراً یہ کہہ دیتے ہیں کہ آخر اسلام نے ہمیں کونسی نئی چیز دی ہے۔ اسی طرح اسلام ہمیں اس کارگہ حیات میں جدوجہد کرنے کی تلقین کرتا ہے اور یہی تلقین چونکہ مادیت بھی کرتی ہے اس لیے بعض انجان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ اسلام کا اس باب میں کوئی امتیاز نہیں بلکہ یہ دین یا دینیت ہی کی ایک شاخ ہے۔ یہ حضرات علم و فکر کے بڑے بلند بانگ دعووں کے باوجود اس سادہ سی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخرت، حشر و نشر، زندگی، اس کے فوائد و لذائذ اور ان کے لیے جدوجہد حیاتِ انسانی کے منفرد اور غیر مربوط شعبے نہیں بلکہ ان کے درمیان ایک مضبوط رشتہ تناسب موجود ہے اور اسی سے اقدارِ حیات معرضِ وجود میں آتی ہیں۔ اسلام نے ان کو جس طریق سے آپس میں جوڑ رکھا ہے اُس کا انداز بالکل الگ اور جداگانہ ہے اور یہی اس کا امتیاز ہے۔ اس لیے جو شخص یہ دیکھنے کا آرزومند ہو کہ اسلام نے انسانیت کو کونسی نئی اقدارِ حیات دی ہیں اسے ایک مسلمان کے فکر و عمل کے خارجی مظاہر پر نگاہ رکھنے کی بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے زندگی کے ان مختلف شعبوں کے درمیان جو رشتہ قائم کیا ہے کیا وہ کسی دوسرے مذہب یا دین میں بھی ملتا ہے۔ اگر آپ اس نقطۂ نظر سے اسلام کا جائزہ لیں تو آپ کو خود بخود اس کا امتیاز معلوم ہو جائے گا۔

باقی رہی یہ بات کہ اسلام کی بعض اقدار دوسرے مذاہب کی اقدار سے بظاہر ملتی جلتی ہیں، یہ بھی محض فریبِ نظر ہے۔ اشتراک اگر کچھ نظر آتا ہے تو وہ اقدارِ حیات میں نہیں بلکہ میدانِ عمل سے ہے۔ اس اشتراک کی نوعیت بالکل اُسی طرح کی ہے جس طرح کبھی کبھی ریل کا سفر کرتے ہوئے انسان بعض لائنوں کو ساتھ ساتھ بھاگتا ہوا دیکھتا ہے مگر اس سے کبھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ ان سب کی منزلِ مقصود بھی ایک ہے۔ اسلام اور دوسرے مذاہب یا ادیان کے مابین جو اختلاف پایا جاتا ہے، سعی و عمل کے خارجی مظاہر کا نہیں بلکہ اُن محرکات کا ہے جو ان کے پیچھے کام کرتے ہیں۔ کرگس اور شاہین کو اگرچہ فاطر السموات نے پرواز کے لیے ایک ہی فضا مہیا کی ہے لیکن فضا کے اس اشتراک کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر لینا کہ دونوں کے جہان بھی ایک ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت بڑی حماقت اور کوتاہ نظری کی دلیل ہے۔

آئیے اب ایک نگاہ ذرا اسلام کے اُن پہلوؤں پر ڈال لیں جن میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر امتیاز حاصل ہے۔

اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے خدا کے تصور کو ہی لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مذہب اپنے پیروؤں کو ایک بلند و بالا ذات کا شعور اور احساس دیتا ہے مگر اس احساس کے پیچھے جو جذبہ کارفرما ہے اُس کا اگر آپ تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ احساس کوئی ایجابی قوت نہیں بلکہ محض انسان کی اپنی بے چارگی اور بے بسی کا اعتراف ہے۔ وہ خدا کو اس لیے نہیں مانتا کہ یہ قوت و طاقت کا سرچشمہ ہے بلکہ اس پر صرف اس وجہ سے اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ اس طلسم کو سمجھنے سے قاصر ہے جو ایک وسیع و عریض کائنات کی صورت میں اس کے گرد پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ دنیا کی غیر مسلم قومیں جس رفتار سے فطرت کے رازہائے سربستہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو رہی ہیں اُسی نسبت کے ساتھ خدا پر ان کا ایمان بھی متزلزل ہو رہا ہے اور تھوڑی سی طاقت حاصل ہو جانے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو خدائی کے منصب پر فائز کر لیا ہے۔

مسلمانوں کے ہاں اگر ایک طرف خدا کی ہستی کا اقرار اپنی درماندگی اور بے چارگی کا اعتراف ہے تو دوسری طرف وہ ان کے نزدیک قوت و طاقت کا واحد سرچشمہ بھی ہے۔ اسی کی بدولت اُسے یقین کے لازوال محرکاتِ عمل حاصل ہوتے ہیں جو اس کی خودی کی ترقی کے ضامن ہیں، اور یہی اعتقاد اُس کے اندر کچھ ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تمنا اور اپنی صلاحیتوں کو ایک راہ پر لگانے کا جذبہ ابھارتا ہے۔ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کو کوئی سم سم نہیں سمجھتا جس سے کائنات کی اس طلسم گاہ کے در کھولنے کا کام لیا جائے بلکہ وہ اُسے زندگی کے سارے گوشوں میں ایک رہنما قوت تسلیم کرتا ہے۔ یہ اُس کا نقطۂ آغاز بھی ہے اور نقطۂ انتہا بھی۔ اُس کی پوری زندگی اسی ایک محور پر گھومتی ہے اور جتنے اخلاقی احکام اور تمدنی قوانین ہیں سب اسی ایک مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں جو کچھ بھی ہے اس کا مصدر اور مرجع خدا کی ذات ہے۔ مسلمان اگر زندگی کے پریشان کن لمحات میں اس کی استعانت اور مدد کا محتاج ہے تو وہ اس وقت بھی اُس کی رہنمائی کا دستِ نگر ہے۔ جب مسرت و شادمانی اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں، جو خدا اس کا خلوتوں میں دمساز ہے وہی جلوتوں اور اجتماعی زندگی کے ہنگاموں میں بھی اس کا کارساز ہے۔ یہ وہ بنیادی حقیقت ہے جسے تسلیم کرکے ایک مسلمان اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ اسلام کو جو چیز دوسرے تمام مذاہب و ادیان سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے وہ یہی ہے کہ اس نے صفات باری کا صحیح، مکمل اور مفصل علم بخشا ہے اور پھر اسی علم کو ایمان بلکہ اصل ایمان بنا کر اس سے تزکیۂ نفس، اصلاحِ اخلاق، تنظیمِ اعمال، نشرِ خیر و منعِ شر اور بنائے تمدن کا اتنا بڑا کام لیا ہے جو دنیا کے کسی مذہب و ملت نے نہیں لیا۔

خدا کے اس تصور سے اگر ایک طرف انسانوں کے اندر وسعتِ نظر، عزتِ نفس، انکسار و تخشع، شجاعت، بردباری، صبر و توکل اور رجائیت و اطمینان پیدا ہوتا ہے تو اس سے دوسری طرف دین و دنیا کی وہ دوئی بھی مٹتی ہے جس نے اس کائنات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اندر ایک زبردست فساد پھیلا رکھا ہے۔ اس سے پھر ایک ایسی طاقتور روحانیت جنم لیتی ہے جو زندگی کے سارے گوشوں پر محیط ہے۔

آخر سوچیے کہ روحانیت ایک نہایت ارفع و اعلیٰ چیز ہونے کے باوجود اس دنیا میں خیر کو کیوں ایک غالب قوت بنانے میں ناکام رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیا میں جتنے مذہبی اور روحانی آدمی تھے وہ دنیا اور اس کے مسائل سے بے تعلق ہو گئے۔ بلکہ اُن کی اس لاتعلقی کو ہی اُن کی روحانیت کی سب سے بڑی دلیل سمجھا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ قوت کے سرچشموں پر وہ لوگ قابض ہو گئے جو نہایت ذلیل قسم کے دنیا پرست تھے اور انہوں نے پُوری انسانیت کو اپنی اغراض کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اسلام میں چونکہ خدا کا اقرار محض انسان کی درماندگی اور بیچارگی کا اعتراف نہیں بلکہ قوت و طاقت کے سرچشمہ پر یقین بھی ہے اس لیے ایک مسلمان مادی زندگی سے فرار اختیار نہیں کرتا بلکہ امورِ دنیا میں پوری پوری دلچسپی لے کر انہیں اس طریق سے طے کرتا ہے کہ وہ خالص روحانی اور اخلاقی اعمال بن جائیں۔ مادہ ا کی اس محدود دنیا کو روحانیت کو ایک بے پایاں جولان گاہ بنا دینا اسلام کے معجزات میں سے ایک بہت بڑا معجزہ ہے اس سے نہ صرف زندگی کی فطری وحدت قائم ہوتی ہے بلکہ نیکی جو صدیوں سے خلوت کدوں میں دبک کر بیٹھی ہوئی تھی دنیا کی رہنما قوت بن گئی اور شر و فساد دنیا سے اس طرح ناپید ہوا جس طرح طلوعِ آفتاب کے وقت رات کی تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔

نیکی اور پرہیزگاری کے خیالات کی نشر و اشاعت قریب قریب ہر دور میں کی جاتی رہی ہے لیکن اس نیکی کے نفاذ کے لیے عملی جدوجہد صرف اسلام کے حصہ میں آئی۔ اسلام نے ایک طرف تو اسے ہر انسان کے دل و دماغ میں اتارنے کی کوشش کی اور دوسری طرف اُس نے قوت کے زور سے اُن موانع کو دُور کیا جو اس کی ترقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راہ میں حائل تھے۔ نیکی کو ایک کمزور حیثیت سے اٹھا کر اقتدار کے تخت پر متمکن کرنا اسلام کا انسانیت پر ایک احسانِ عظیم ہے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com